حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

نام ونسب: حضرت علیؑ آل ابراہیمؑ میں قریش کی نسل سے بنی ہاشم کے ممتاز گھرانے میں عبدالمطلب کے فرزند ابوطالبؑ کے چشم وچراغ تھے۔ صرف ایک واسطہ سے آپ کا نسب حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفیٰؐ سے مل جاتا ہے۔ وہ محمدؐ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب اور یہ علی ابن ابی طالبؑ ابن عبدالمطلب آپ کے والد ابوطالب ہی نے رسولؐ اللہ کی پرورش بھی کی تھی۔ اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی ہاشمی خاندان کی معزز خاتون تھیں جنھیں حضرت پیغمبرؐ خدا مثل اپنی ماں کے سمجھتے تھے۔

ولادت: پیغمبرؐ خدا کی عمر تیس برس کی تھی جب خانہ کعبہ ایسے مقدس مقام پر ۱۳؍رجب ۳۰ء عام الفیل میں علیؑ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ابوطالب اور ماں فاطمہ بنت اسد کو جو خوشی ہونا چاہئے تھی وہ تو ہوئی ہی مگر سب سے زیادہ رسولؐ اللہ اس بچے کو دیکھ کر خوش ہوئے، شاید بچے کے خط وخال سے اسی وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آیندہ چل کر رسولؐ کا قوت باز اور دست راست ثابت ہوگا۔

تربیت: علیؑ کی پرورش براہ راست حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ذمہ ہوئی آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے اپنا پورا وقت اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا، ذاتی جوہر اور پھر رسولؐ ایسے بلند مرتبہ مربی کا فیض تربیت چنانچہ علیؑ دس ہی برس کے سن میں ایسے تھے کہ پیغمبرؐ کے دعوائے رسالت کرنے پر ان کے سب سے پہلے پیرو بلکہ ان کے دعوے کے گواہ قرار پائے۔

بعثت: علیؑ کا دس برس کا سن تھا جب حضرت محمدؐ مصطفیٰ عملی طور پر پیغام الٰہی کے پہنچانے پر مامور ہوئے اسی کو بعثت کہتے ہیں۔

زمانہ، ماحول، شہر، اپنی قوم اور خاندان سب کے خلاف ایک ایسی مہم شروع کی جارہی تھی جس میں رسولؐ کا ساتھ دینے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا، بس ایک علیؑ تھے کہ جب پیغمبرؐ نے رسالت کا دعویٰ کیا تو علیؑ نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی اور ایمان کا اقرار کیا۔ دوسری ذات جناب خدیجہؑ کبریٰ کی تھی، جنھوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقت اسلام کے اس شرف کو حاصل کیا۔

دور ابتلا: پیغمبرؐ کا دعوائے رسالت کرنا تھا کہ ہر ہر ذرّہ رسولؐ کا دشمن نظر آنے لگا وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانت داری کا دم بھرتے رہے تھے۔ آج آپ کو (معاذ اللہ) دیوانہ جادوگر، اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے، راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، پتھر مارے جاتے اور سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا، اس سخت وقت میں رسولؐ کا ہر مصیبت میں شریک صرف ایک بچہ تھا۔ وہی علیؑ جس نے بھائی کا ساتھ دینے

میں کبھی ہمت نہیں ہاری، برابر محبت ووفاداری کا دم بھرتے رہے۔ ہر ہر بات میں رسولؐ کے سینہ سپر رہے یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کرلیا کہ پیغمبرؐ کا اوران کے تمام گھرانے والوں کا بائیکاٹ کیا جائے، حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ ابوطالبؑ نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفیٰؐ سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کردیا۔ تین برس تک یہ قید وبند کی زندگی بسر کرنا پڑی اس میں ہر شب یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن شب خوں نہ مارے۔ اس لئے ابوطالبؑ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ رات بھر رسولؐ کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے، بلکہ کبھی جعفرؑ کو رسولؐ کے بستر پر اور رسولؐ کو جعفرؑ کے بستر پر لٹا دیتے تھے، کبھی عقیل کو رسولؐ کے بستر پر اور رسولؐ کو عقیل کے بستر پر اوراسی طرح کبھی علیؑ کو رسولؐ کے بستر پر لٹاتے تھے اور رسولؐ کو علیؑ کے بستر پر، مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسولؐ کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا جو بھی بیٹا چاہے قتل ہوئے مگر رسولؐ کا بال بیکا نہ ہو۔ اس طرح علیؑ بچپنے ہی سے فداکاری اور جاں نثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے۔

ہجرت: اس کے بعد وہ وقت آیا کہ ابوطالبؑ کی وفات ہوگئی اوراس جاں نثار چچا کی وفات سے پیغمبرؐ کا دل ٹوٹ گیا اورآپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرلیا جس پر دشمنوں نے ایکا کیا کہ ایک رات جمع ہوکر پیغمبرؐ کے گھر کو گھیر لیں اور حضرت کو شہید کرڈالیں حضرت کواس کی اطلاع ہوئی، تو آپ نے اپنے اسی جاں نثار بھائی علیؑ کو بلا کر اس واقعہ سے اطلاع دی اورفرمایا کہ میری جان کی رکھوالی یوں ہوسکتی ہے کہ تم آج کی رات میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو اور میں مخفی طور پر مکہ سے روانہ ہوجاؤں، کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل ہل جاتا، مگر علیؑ نے یہ سن کر کہ میرے ذریعہ سے رسولؐ کی جان کی حفاظت ہوگی، خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسولؐ کا فدیہ قرار دیا جارہا ہے، یہی ہوا کہ رسالت مآبؐ شب کے وقت مکہ معظّمہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اورعلیؑ بن ابی طالبؑ رسولؐ کے بستر پر سوئے، چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے، بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں گھس کر رسالت مآبؐ کو شہید کرڈالیں، علیؑ اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے، اور ذرا بھی اپنی جان کا خیال نہ کیا، دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمدؐ نہ تھے، علیؑ تھے، انھوں نے آپ پر یہ دباؤ ڈالنا چاہا کہ آپ بتلادیں کہ رسولؐ کہاں گئے ہیں، مگر علیؑ نے بڑے بہادرانہ تیوروں سے یہ بتلانے سے قطعی انکار کردیا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت رسولؐ اللہ مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے جاسکیں علیؑ تین روز تک مکہ میں رہے جن جن کی امانتیں رسولؐ اللہ کے پاس تھیں ان تک ان کی امانتوں کو پہنچا کر خواتینِ بیتِ رسالت کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی روز تک آپ رات دن پیدل چل کر اس طرح کہ پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ مدینہ میں رسولؐ کے پاس پہنچے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ پر رسول کو سب سے زیادہ اعتماد تھا، جس وفاداری، ہمت اور دلیری سے علیؑ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

شادی: رسولؐ نے مدینے میں آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کردیا۔

رسولؐ اپنی بیٹی کو انتہائی عزیز رکھتے تھے اور عزت اتنی کرتے تھے کہ جب فاطمہ زہراؑ آتی تھیں تو رسول تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہر شخص اس بات کا طلبگار تھا کہ رسولؐ کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف اسے حاصل ہو۔ دو ایک نے ہمت بھی کی کہ وہ رسولؐ کو پیغام دیں مگر حضرتؐ نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا اور یہ کہا کہ فاطمہؑ کی شادی بغیر حکم خدا کے نہیں ہوسکتی۔ ہجرت کا پہلا سال تھا جب رسولؐ نے علیؑ کو اس عزت کے لئے منتخب کیا، یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام پا گئی۔ شہنشاہ دین و دنیا حضرت پیغمبرؐ خدا کی بیٹی اور اس کو پیغمبرؐ کی طرف سے جہیز بھی نہیں دیا گیا، خود فاطمہؑ کا مہر تھا جو علیؑ سے لے کر کچھ سامان خانہ داری فاطمہؑ کے لئے خرید کر ساتھ کر دیا گیا، وہ بھی کیا؟ مٹی کے کچھ برتن، خرمے کے چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر، اور چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کے مشک، اس طرح کا سامان دیا گیا، علیؑ نے مہر ادا کرنے کے لئے اپنی زرہ فروخت کی اور اس سے فاطمہؑ زہرا کا مہر ادا کیا جو ایک سو سترہ تولے چاندی سے زیادہ نہ تھا۔ اس طرح مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے ایک مثال قائم کر دی گئی کہ وہ اپنے تقریبات کے سلسلے میں فضول خرچی سے کام نہ لیں۔

خانہ داری: فاطمہؑ اور علیؑ کی زندگی گھریلو زندگی کا ایک بے مثال نمونہ تھی، مرد اور عورت آپس میں کس طرح ایک دوسرے کے شریک حیات ثابت ہوسکتے ہیں آپس میں کس طرح تقسیم عمل ہونا چاہئے اور کیونکر دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے لئے مددگار ہوسکتی ہے، وہ گھر دنیا کی آرائشوں سے دور، راحت طلبی اور تن آسانی سے بالکل علٰیحدہ تھا۔ محنت اور مشقت کے ساتھ ساتھ دلی اطمینان اور آپس کی محبت و اعتماد کے لحاظ سے ایک جنت بنا ہوا تھا جہاں سے علیؑ صبح کو مشکیزہ لے کر جاتے تھے اور یہودیوں کے باغ میں پانی دیتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اُسے لے کر گھر پر آتے تھے بازار سے جَو خرید کر فاطمہؑ کو دیتے تھے اور فاطمہؑ چکی پیستی، کھانا پکاتی اور گھر میں جھاڑو دیتی تھیں۔ فرصت کے اوقات میں چرخہ چلاتی تھیں اور خود اپنے اور اپنے گھر والوں کے لباس کے لئے اور کبھی مزدوری کے طور پر سوت کاتتی تھیں اور اس طرح گھر میں رہ کر زندگی کی مہم میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

جہاد: مکہ میں آکر پیغمبرؐ کو مخالف گروہ نے آرام سے بیٹھنے نہ دیا آپ کے وہ پیرو جو مکہ میں تھے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں، بعض کو قتل کیا، بعض کو قید کیا اور بعض کو زد و کوب کیا، اور تکلیفیں پہنچائیں، یہی نہیں بلکہ اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسولؐ کے خلاف مدینہ پر چڑھائی کر دی، اس موقع پر رسولؐ کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کے حفاظت کرتے جنھوں نے آپ کو انتہائی ناگوار حالات میں پناہ دی تھی۔ اور آپ کی نصرت و امداد کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے یہ کسی طرح پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر گِھر کر مقابلہ کریں، اور دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ مدینہ کی پُر امن آبادی اور عورتوں اور بچوں کو بھی پریشان کر سکے، گو آپ کے ساتھ تعداد بہت کم تھی صرف تین سو تیرہ آدمی تھے ہتھیار بھی نہ تھے، مگر آپ نے یہ طے کر لیا کہ آپ باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ پہلی لڑائی اسلام کی ہوئی، جو جنگ بدر کے نام سے مشہور ہے، اس لڑائی میں رسولؐ نے زیادہ اپنے عزیزوں کو خطرے میں ڈالا، چنانچہ آپ کے چچا زاد بھائی عبیدہ ابن حارث ابن عبدالمطلب اس جنگ میں شہید ہوئے۔ علیؑ بن ابی طالب کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ ۲۵ / برس کی عمر

تھی، مگر جنگ کی فتح کا سہرا علیؑ کے سر رہا، جتنے مشرکین قتل ہوئے تھے ان میں سے آدھے صرف علیؑ کے ہاتھ کے مقتول تھے اور آدھے تمام مجاہدین کے ہاتھوں سے قتل ہوئے تھے۔

اس کے بعد اُحد، خندق، خیبر اور آخر میں حنین یہ وہ بڑی لڑائیاں ہیں جن میں علیؑ نے رسولؐ کے ساتھ رہ کر اپنی بے نظیر بہادری کے جوہر دکھلائے۔ تقریباً ان تمام لڑائیوں میں علیؑ کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا۔ اس کے علاوہ بہت سی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں رسولؐ نے علیؑ کو تنہا بھیجا، اور انھوں نے اکیلے فتح بھی حاصل کی۔ ان تمام لڑائیوں میں حضرت علیؑ نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی دکھائی اور انتہائی استقلال، تحمل اور شرافت نفس سے کام لیا، جس کا اقرار خود ان کے دشمن بھی کرتے تھے، خندق کی لڑائی میں دشمن کے سب سے بڑے سورما عمرو بن عبدود کو جب آپ نے مغلوب کرلیا اور اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کے سینہ پر بیٹھے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعاب دہن پھینک دیا آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس کے سینے سے اتر آئے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر غصے میں اس کو قتل کیا تو یہ فعل محض خدا کی راہ میں نہ ہوگا بلکہ اپنی خواہش نفس کے مطابق ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اس کو قتل کیا۔ اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے اس کی لاش کو برہنہ کردیتے تھے۔ مگر حضرت علیؑ نے اس کی زرہ نہیں اُتاری، اگرچہ وہ بہت قیمتی تھی۔ چنانچہ اس کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تو اس نے کہا کہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آگیا کہ اس کا قاتل علیؑ کا سا شریف انسان ہے، جس نے اپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی، آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور کبھی مال غنیمت کی طرف رُخ نہیں کیا۔

خدمات: علاوہ جہاد کے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے لئے کسی کام کے کرنے میں آپ کو انکار نہ تھا، یہ کام مختلف طرح کے تھے، رسولؐ کی طرف سے عہد ناموں کا لکھنا، خطوط تحریر کرنا آپ کے ذمہ تھا اور لکھے ہوئے اجزائے قرآن کے امانت دار بھی آپ تھے، اس کے علاوہ یمن کی جانب تبلیغ اسلام کے لئے پیغمبرؐ نے آپ کو روانہ کیا جس میں آپ کی کامیاب تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ سارا یمن مسلمان ہوگیا۔ جب سورۂ برأت نازل ہوا تو اس کی تبلیغ کے لئے بحکم خدا آپ ہی مقرر ہوئے اور آپ نے جا کر مشرکین کو سورۂ برأت کی آیتیں سنائیں، اس کے علاوہ رسالت مآبؐ کی ہر خدمت انجام دینے پر تیار رہتے تھے، یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا گیا کہ رسولؐ کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں، علیؑ اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

اعزاز: حضرت علیؑ کے امتیازی صفات اور خدمات کی بنا پر رسولؐ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے۔ کبھی یہ کہتے تھے کہ ”علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔“ کبھی یہ کہا ”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔“ کبھی یہ کہ ”تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے۔“ کبھی یہ کہ ”علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔“ کبھی یہ کہ ”علیؑ مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہے۔“ کبھی یہ کہ ”وہ خدا و رسولؐ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔“ یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علیؑ کو نفس رسولؐ کا خطاب ملا۔ عملی اعزاز یہ تھا کہ مسجد میں سب کے دروازے بند ہوئے تو علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا گیا۔ جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کیا گیا، تو علیؑ کو پیغمبرؐ نے اپنا دنیا و آخرت کا بھائی قرار

دیا، اور سب سے آخر میں غدیر خم کے میدان میں ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرما دیا کہ ''جس طرح میں مسلمانوں کا سرپرست اور حاکم ہوں، اسی طرح علیؑ سب کے سرپرست اور حاکم ہیں۔'' یہ اتنا بڑا اعزاز تھا کہ تمام مسلمانوں نے علیؑ کو مبارکباد دیں۔ اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا ہے۔

رسولؐ کی وفات: ہجرت کو دس برس پورے ہوئے تھے، جب پیغمبرؐ خدا اس بیماری میں مبتلا ہوئے جو مرض الموت ثابت ہوئی، یہ خاندان رسولؐ کے لئے ایک قیامت خیز مصیبت کا وقت تھا۔ علیؑ رسولؐ کی بیماری میں برابر پاس موجود رہتے اور تیمارداری میں مصروف رہتے تھے، اور رسولؐ بھی علیؑ کا اپنے پاس سے ہٹنا ایک لمحہ کے لئے گوارا نہ کرتے تھے یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب رسولؐ عالم احتضار میں تھے۔ آپ نے علیؑ کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کے بہت دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں، اس گفتگو کے بعد بھی علیؑ کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیا، اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا، جس وقت رسولؐ کی روح جسم سے جدا ہوئی ہے اس وقت بھی علیؑ کا ہاتھ رسولؐ کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔

بعد رسولؐ: جس نے زندگی بھر پیغمبرؐ کا ساتھ دیا وہ بعد رسولؐ آپ کی لاش کو کس طرح چھوڑتا، چنانچہ رسولؐ کی تجہیز و تکفین اور غسل و کفن کا تمام کام علیؑ ہی کے ہاتھوں ہوا اور قبر میں بھی آپ ہی نے رسولؐ کو اُتارا۔ رسولؐ کے دفن سے فرصت ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اتنی دیر میں پیغمبرؐ کی جانشینی کا انتظام ہو گیا ہے۔ اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو جنگ آزمائی پر تیار ہو جاتا، مگر علیؑ کو اسلام مفاد اتنا عزیز تھا کہ آپ نے اپنے حقوق کے اعلان کے باوجود اپنی طرف سے مسلمانوں میں خانہ جنگی پیدا نہیں ہونے دی، نہ صرف یہ کہ آپ نے معرکہ آرائی نہیں چاہی، بلکہ جس وقت ضرورت پڑی، اس وقت اسلامی مفاد کی خاطر آپ نے امداد دینے سے دریغ بھی نہیں کی، مشکل مسائل کے فیصلہ اور ضروری مشورہ لئے جانے پر اپنی مفید رائے کے اظہار سے کبھی پہلو نہیں بچایا، اس کے علاوہ بہ طور خود خاموشی کے ساتھ اسلام کی روحانی اور علمی خدمت میں مصروف رہے۔ قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کی تشریح کے ساتھ مرتب کیا۔ مسلمانوں کے علمی طبقے میں تصنیف و تالیف کا اور علمی تحقیق کا ذوق پیدا کیا اور خود بھی تفسیر اور کلام اور فقہ و احکام کے بارے میں ایک مفید علمی ذخیرہ فراہم کیا۔ بہت سے ایسے شاگرد تیار کئے جو مسلمانوں کی آیندہ علمی زندگی کے لئے معمار کا کام انجام دے سکیں، زبان عربی کی حفاظت کے لئے علم نحو کی داغ بیل ڈالی، اور فن صرف اور معانی بیان کے اصول کو بھی بیان کیا۔ اس طرح یہ سبق دیا کہ اگر ہوائے زمانہ مخالف بھی ہو اور اقتدار نہ بھی تسلیم کیا جائے تو انسان کو گوشہ نشینی اور کسمپرسی میں بھی اپنے فرائض کو فراموش نہ کرنا چاہئے۔ ذاتی اعزاز اور منصب کی خاطر مفاد ملّی کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اور جہاں تک ممکن ہو انسان اپنی ملت، قوم اور مذہب کی خدمت ہر حال میں کرتا رہے۔

خلافت: پچیس برس تک رسولؐ کے بعد علیؑ نے خانہ نشینی میں بسر کی، ۳۵ھ میں مسلمانوں نے خلافت اسلامی کا منصب علیؑ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے پہلے انکار کیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھ گیا، تو آپ نے اس شرط سے منظور کیا کہ میں بالکل قرآن اور سنت پیغمبرؐ کے مطابق حکومت

کروں گا، اور کسی رورعایت سے کام نہ لوں گا۔ مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کیا، اور آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی، مگر زمانہ آپ کی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت نہ کرسکا، آپ کے خلاف بنی اُمیہ اور بہت سے وہ لوگ کھڑے ہوگئے جنھیں آپ کی مذہبی حکومت میں اپنے اقتدار کے زائل ہونے کا خطرہ تھا، آپ نے ان سب سے مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا، اور جمل اور صفین اور نہروان کی خوں ریز لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں علیؑ بن ابی طالبؑ نے اسی شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر واحد، خندق وخیبر میں کسی وقت دیکھی جاچکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی۔ ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے آپ کو موقع نہ مل سکا کہ آپ کا جیسا دل چاہتا تھا اس طرح اصلاح فرمائیں۔ پھر بھی آپ نے اس مختصر مدت میں اسلام کی سادہ زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لئے محنت ومزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کردیئے، آپ شہنشاہ اسلام ہونے کے باوجود کھجوروں کی دوکان پر بیٹھنا اور اپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنا بُرا نہیں سمجھتے تھے، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھالیتے تھے، جو روپیہ بیت المال میں آتا تھا اُسے تمام مستحقین پر برابر سے تقسیم کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیل نے یہ چاہا کہ کچھ انھیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مل جائے مگر آپ نے انکار کردیا اور کہا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو خیر یہ بھی ہوسکتا تھا، مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں کسی اپنی عزیز کو دوسروں سے زیادہ دوں۔ انتہا ہے کہ اگر کبھی بیت المال میں شب کے وقت حساب وکتاب میں مصروف ہوئے اور کوئی ملاقات کے لئے آکر غیر متعلق بات کرنے لگا تو آپ نے چراغ بڑھا دیا کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہ ہونا چاہئے۔ آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد سے جلد حق داروں تک پہنچ جائے، آپ اسلامی خزانے میں مال کا جمع رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

شہادت: افسوس ہے کہ یہ امن، مساوات اور اسلامی تمدن کا علمبردار دنیا طلب لوگوں کی عداوت سے نہ بچا اور ۱۹/ماہ رمضان ۴۰ھ کو صبح کے وقت خدا کے گھر یعنی مسجد میں حالت نماز میں ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا۔ آپ کے رحم وکرم اور مساوات پسندی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کرکے آپ کے سامنے لائے اور آپ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو آپ کو اس پر بھی رحم آگیا اور اپنے دونوں فرزندوں امام حسنؑ وامام حسینؑ کو ہدایت فرمائی کہ یہ تمہارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا، اگر میں اچھا ہوگیا تو مجھے اختیار ہے میں چاہوں گا تو سزا دوں گا اور چاہوں گا تو معاف کردوں گا اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگانا، کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے، اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کئے جائیں، اس لئے کہ یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔ دو روز تک علیؑ بستر بیماری پر انتہائی کرب اور تکلیف کے ساتھ رہے۔ آخر زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا، اور ۲۱/رمضان کو نماز صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی، حسنؑ وحسینؑ نے تجہیز وتکفین کی اور پشت کوفہ پر نجف کی سرزمین میں وہ انسانیت کا تاجدار ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سونے کے واسطے دفن ہوگیا۔

❁❁❁